مولانا محمد عیسیٰ منصوری*

دو ہفتے پاکستان میں

بندہ تقریباً چار پانچ سال سے پاکستان نہیں جا سکا تھا۔ وجہ پاکستان کے دھماکہ خیز حالات، بدامنی، دہشت گردی، علاقائی ولسانی جھگڑے۔ ان چیزوں نے ملک کو کسی علمی، دینی، اصلاحی کام کے لیے ناسازگار بنا دیا ہے۔ دوسرے، بھارت و پاکستان کے درمیان کشیدگی و بے اعتمادی۔ دونوں طرف ایک چھوٹا ساطبقہ ہے جو نہایت طاقتور ہے اور وہ حالات کو بہتر ہوتے نہیں دیکھ سکتا اور بڑی عالمی طاقتوں کا مفاد بھی دنیا بھر کے ممالک وقوموں کے لڑانے میں ہے۔

بندہ نے ۲۰۱۱ء کے اواخر میں اس خیال سے ویزا لے لیا تھا کہ رائے ونڈ کے سالانہ تبلیغی اجتماع میں شرکت کر سکا تو چلا جاؤں گا۔ بھارت میں تقریباً سارے ہی احباب کا یہی کہنا تھا کہ آپ ہرگز نہ جائیں، اس لیے بندہ سفر کے متعلق شش وپنج میں تھا، کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ اسی کشمکش کے عالم میں ۱۹ر نومبر کو دہلی سے بذریعہ پی آئی اے لاہور روانہ ہو گیا۔ جہاز تقریباً دو گھنٹہ لیٹ چلا۔ رات تقریباً ۹ بجے لاہور ائیر پورٹ پر حسب معمول جامعہ مدنیہ جدید سے مولانا محمود میاں دامت برکاتہم کی گاڑی موجود تھی جو وہاں ہمیشہ میرے میزبان رہے ہیں۔ ۱۰ بجے رات جامعہ مدنیہ پہنچ کر مولانا کے دولت کدہ پر آرام کیا۔ صبح میرے شیخ حضرت شاہ نفیس رقمؒ کے خادم خاص جناب رضوان نفیس اپنے رفقا کے ساتھ تشریف لائے۔ میرے ذہن میں کوئی مرتب پروگرام نہیں تھا۔ صرف احباب، دوستوں، اکابرین سے ملاقات اور کتابوں کی تلاش کا سوچا تھا۔ من جانب اللہ خود بخود اس طرح پروگرام بنتا گیا کہ شاید ہم خود نہیں بنا سکتے تھے۔ احباب کے اصرار پر سفر کے مختصر حالات نہایت اختصار سے پیش خدمت ہیں۔

یہ ہمارے دور کی بدنصیبی رہی ہے کہ کسی بڑی شخصیت کے بعد ان کا کام اور روحانی سلسلہ اختلاف کا شکار ہو جاتا ہے۔ حضرت (شاہ نفیس رقمؒ) کے بعد یہی صورتحال پیش آئی۔ حضرت کی خانقاہ ومزار پر حاضری پہلی خواہش تھی۔ وہاں حضرت کے جانشین و پوتے جناب زید نفیس صاحب کے علاوہ دونوں گروپوں کے ذمہ دار رضوان صاحب اور جناب اشعر صاحب موجود تھے۔ بندہ نے تفصیل سے عرض معروض کی اور زور دیا کہ خانقاہ سید احمد شہیدؒ کو ذکر وفکر اور تعلیم وتعلّم سے آباد کرنے کی طرف خاص توجہ دیں۔ یہ خانقاہ حضرتؒ کی امیدوں کا مرکز اور زندگی بھر کی محنت کا ثمرہ ہے۔ حضرت

* چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم، برطانیہ

کے آخری برسوں میں بے شمار لوگ یہاں سے مستفید ہوئے۔ آپ دونوں حضرات براہ راست ایک دوسرے سے ملیں اور خانقاہ کو علم وذکر سے آباد کرنے کے لیے منصوبہ بنائیں۔ ہر جگہ درمیانی واسطے ہی فساد اور خرابی کا باعث بنتے ہیں۔ آپ دونوں کو ایک دوسرے سے جو بھی شکایتیں ہوں، براہ راست گفتگو کریں۔ الحمد للہ دونوں حضرات اس پر آمادہ نظر آئے۔ اللہ کرے دونوں احباب شیر وشکر ہو کر خانقاہ ومدرسہ کی آبادکاری کر سکیں اور یہاں سے حضرت کا فیض جاری وساری رہے۔ پورے ملک میں ہر جگہ حضرتؒ کے وابستگان نے بندہ کے ساتھ جس طرح شفقت ومحبت، اکرام واعزاز کا معاملہ فرمایا، واقعہ یہ ہے کہ بندہ اس کا ہرگز مستحق نہیں ہے۔ بندہ ہر جگہ عرض کرتا رہا کہ بھائی میں پیر نہیں ہوں، مجھے پیر نہ بنائیں۔ میں دین وملّت کے کچھ اور ہی شعبوں میں کوشاں ہوں، اس لیے خدارا مجھ سے پیر جیسا معاملہ نہ کریں۔ حضرتؒ کے روحانی جانشین اور پوتے جناب زید نفیس صاحب ابھی کم عمر ہیں، مگر لگتا ہے حضرتؒ کی دعاؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ نے صفات قبولیت سے نواز دیا ہے۔ بندہ نے ان کو تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت، تاریخ پر گہرے مطالعے کا مشورہ دیا اور رفیق محترم جناب مولانا زاہد الراشدی دامت برکاتہم کو مکلّف کیا کہ ان کے لیے ایک جامع نصاب تیار کریں۔

لاہور میں جہاں میرا قیام تھا، اس سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر رائے ونڈ کا سالانہ عظیم الشان اجتماع ہو رہا تھا۔ آج کل مجمع کی کثرت کی وجہ سے یہ اجتماع تقریباً پورے عشرے کا ہوتا ہے۔ پہلے جمعہ، ہفتہ، اتوار کو ملک کے آدھے حصہ کا جوڑ، درمیان میں چار پانچ دن مذاکرے اور مشورے، پھر اگلے جمعہ، ہفتہ، اتوار کو باقی آدھے حصے کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ یہ حج کے بعد شاید دنیا میں سب سے عظیم الشان دینی ودعوتی اجتماع ہے۔ بندہ نے ازدحام سے بچنے کے لیے درمیانی دن میں حاضری دی۔ تمام بزرگوں اور دہلی، رائے ونڈ اور دنیا بھر کے احباب سے اطمینان سے مل سکے۔

واقعہ یہ ہے کہ تقریباً ایک صدی سے تبلیغی جماعت کی بدولت برصغیر میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہوئی، عوام کا دینی واسلامی ذہن بنا، اسلامی تمدن ومعاشرت، مکاتب ومدارس خانقاہوں کو بے انتہا فائدہ پہنچا۔ حضرت مولانا الیاس کی شروع کردہ محنت کے سبب دین کے تمام شعبوں کو پانی پہنچا اور ان کی تقویت وسرسبزی کا ذریعہ بنی، مگر آج کل یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ کچھ عرصہ سے ایک خاص قسم کے مفاد پرست تنگ ذہن لوگ جنہیں بندہ اپنی اصطلاح میں ''بنیا ذہن'' کہتا ہے، ہر جگہ غلبہ پاتے جا رہے ہیں اور بہت سی جگہوں پر یہ لوگ دین کے دیگر شعبوں کے حریف بنتے جا رہے ہیں۔ بندہ کو مولانا سعد صاحب سے بڑی توقعات تھیں، مگر کچھ عرصہ سے جو احوال سامنے آ رہے ہیں، یہ توقع بھی ختم ہو گئی ہے۔ خدا کرے، تبلیغ کا کام دوبارہ حضرت جی مولانا الیاسؒ اور حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے نہج اور طرز پر آ جائے۔ بہرحال، ایک دن رائے ونڈ میں ملاقاتوں کے لیے رکھا تھا۔ صبح مولانا محمود میاں دامت برکاتہم نے گاڑی اور رہبر کا انتظام کر دیا۔ رائے ونڈ حاضری پر دنیا بھر سے آئے ہوئے احباب سے اور خاص طور پر بھارت سے آئے ہوئے پندرہ بیس احباب اور انگلینڈ کے دوستوں سے ملنا ہوا۔ بھائی عبدالوہاب صاحب (جو پاکستان میں تبلیغ کے روح رواں ہیں) کے ذہن وفکر پر ہمیشہ سے دعوت کا غلبہ رہا ہے۔ اب وہ اس حالت میں ہیں کہ ان کی بات بھی بمشکل سمجھ میں آتی ہے۔ ان کی انتہائی نقاہت وکمزوری دیکھ کر صدمہ ہوا، مگر جوش اب بھی جوانوں کا سا ہے مگر اب ان کی باتوں میں تبلیغ

کے متعلق غلو صاف نظر آنے لگا ہے۔ فرمایا، علمائے کرام کام (تبلیغ) کی طرف توجہ نہیں فرما رہے ہیں۔ بندہ نے عرض کیا، علما کو اپنا کام کرنے دیں۔ وہ آپ ہی کا کام کر رہے ہیں۔ سب علماء کو یہاں بلا کر کیا کرنا ہے؟ آپ کے پاس ایسے لوگ کتنے ہیں جو علماء کو سنبھال سکیں؟

حضرت جی مولانا یوسفؒ کو ایک بار ٹرین کے سفر میں کانپور اسٹیشن پر حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ نظر آئے۔ فوراً آدمی دوڑا کر بلایا اور دو تین مسئلے جو اسی سفر میں پیش آئے تھے، دریافت کیے۔ پھر حسب عادت تبلیغ کے لیے وقت مانگا۔ مفتی صاحبؒ نے فرمایا، اچھا، اب اپنا کام نکلنے کے بعد تشکیل کرتے ہو! کچھ مولویوں کو چھوڑ دینا چاہیے تاکہ بوقت ضرورت آپ کو مسئلہ بتا سکیں۔ جہاں تک تبلیغ کا کام ہے وہ ہم اپنے حصے کا پہلے ہی کر چکے ہیں۔ وہ اس طرح کہ طالب علمی کے زمانے میں آپ کی ساری توجہ مطالعہ و تحقیق، تصنیف و تالیف کی طرف تھی اور تبلیغ کے کام سے آپ گریزاں تھے۔ اس لیے حضرت مولانا الیاسؒ آپ کے بارے میں بہت فکر مند رہا کرتے تھے، چنانچہ حضرت مولانا الیاسؒ نے یہ ڈیوٹی ہماری لگائی تھی کہ ہم کوشش کر کے آپ کو تبلیغ میں لگائیں۔ ہم نے محنت و کوشش کر کے حضرت مولانا الیاسؒ کا دیا ہوا کام پورا کر دیا یعنی آپ کو تبلیغ میں لگا دیا۔ اب آپ جانیں اور آپ کی تبلیغ! ہمیں حضرت مولانا الیاسؒ نے جو کام سونپا تھا، وہ ہم پورا کر چکے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ علمائے کرام عام طور پر صرف ان اہل علم سے متاثر ہوتے ہیں جنہیں تقویٰ و تعلق مع اللہ کے ساتھ رسوخ فی العلم بھی حاصل ہو نہ کہ کارگزاریوں کے نام پر کارناموں کی لاطائل داستانوں سے۔ رفیق محترم مولانا زاہد الراشدی صاحب ہر سال رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر ایک دن کے لیے رائے ونڈ ضرور پہنچتے ہیں۔ کہنے لگے، گزشتہ رات گھنٹہ بھر بھائی عبدالوہاب صاحب کا بیان پوری توجہ سے سننے کی کوشش کے باوجود ایک لفظ سمجھ میں نہیں آسکا۔ بدقسمتی سے ہمارے تقریباً تمام ہی دینی شعبوں اور تنظیموں سے ریٹائرمنٹ کی کوئی عمر ہی نہیں۔ جو جس جگہ گدی نشین ہو گیا، اب موت ہی اس کو ہٹا سکتی ہے، اس لیے سیکنڈ لائن (صف ثانی) کہیں تیار نہیں ہو رہی ہے اور ہر حضرت کے بعد زبردست خلا اور قحط الرجال کا واویلا اور رونا رہتا ہے۔ گزشتہ دنوں ''شرح ثمیری علی القدوری'' کے مصنف مولانا ثمیر الدین قاسمی (مقیم یوکے) نے بتایا کہ بھارت کے سفر میں ایک بہت بڑے مدرسے میں، جس کا شمار اُمّ الدارس میں ہوتا ہے، ایک بزرگ استاذ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ وہ عالم دین عمر کے اس حصہ میں ہیں کہ نہ بول پاتے ہیں نہ ان کی پوری بات سمجھ میں آتی ہے۔ ترمذی کا درس تھا۔ ایسی متعدد جگہوں پر جہاں طلبہ کو سمجھانے کی ضرورت تھی، طلبہ لفظی ترجمہ کرتے ہوئے گزر رہے تھے۔ کبھی کبھار حضرت ایک آدھا فتحہ فرما دیتے جو مجھے بالکل سمجھ نہیں آیا۔ ہم یہ کیوں نہیں کرتے کہ ایک عالم دین کی زندگی بھر کی علمی خدمت کی قدر دانی کے طور پر آخری عمر میں انہیں پڑھانے کی ذمہ داری سونپے بغیر اعزاز کے ساتھ تنخواہ دیں؟ اگر انہیں پڑھانے کا بہت ہی ذوق و شوق ہو تو چند باصلاحیت علماء ان سے استفادہ کریں۔ طلبہ کا حق کیوں مارا جائے اور ایک عالم دین کو روزی روٹی کے لیے کیوں اخیر وقت تک گھسٹ گھسٹ کر کام کرنا پڑے؟ اخیر عمر میں دنیاوی تعلیم گاہوں میں اعزاز کے ساتھ یکمشت رقم اور تاحیات

پنشن دی جاتی ہے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین اپنی بھرپور قوت کے زمانہ میں رخصت ہو گئے۔ انہیں اس سلسلے میں اسوۂ حسنہ قائم کرنے کا موقع نہ مل سکا تو آج کے اکابرین بعد والوں کے لیے نمونہ قائم کر دیں۔

تبلیغی جماعت میں میرے عزیز دوست مولانا فاروق صاحب (کراچی) مقیم سعودی عرب بڑی صفات کے مالک ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا سعید احمد خانؒ کے بعد عربوں کو اگر کوئی شخص متاثر کر سکا اور عرب علماء وعوام جھنڈ کے جھنڈ کسی کے گرد جمع ہوئے تو وہ صرف مولانا فاروق صاحب ہیں۔ انہیں جیسے ہی بندہ کے پاکستان آنے کی اطلاع ہوئی، دیوانہ وار قیام گاہ (جامعہ مدنیہ جدید) پہنچے۔ میں لیٹ گیا تھا۔ کسی نے کہہ دیا کہ سو گیا ہے، وہ واپس ہو گئے۔ دوسری رات ۱۲ بجے کے قریب دوبارہ پہنچے۔ دل کھول کر بات چیت ہوئی۔ ان کی دعوتی دیوانگی کی وجہ سے فون پر رابطہ نہیں ہو پاتا۔ اللہ کرے، پاکستان کے اہل تبلیغ اب بھی ان کی صحیح قدر دانی کر لیں۔ مولانا طارق جمیل صاحب کے ساتھ اہل رائے ونڈ کا رویہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ ماڈل ٹاؤن لاہور میں تقریباً ان سے گھنٹہ بھر ملاقات اور گفتگو رہی۔ وہ بھی حضرت شاہ نفیس رقمؒ کے مجاز ہیں۔ گویا اس نسبت سے بندہ کے پیر بھائی ہوئے اور حضرت کی خانقاہ کے نظام تعلیم کے ذمہ دار بھی۔ اس سفر میں فیصل آباد میں ان کے مدرسہ میں جانے کا موقع ملا۔ وہاں کی تعلیم میں دعوتی ذہن کے ساتھ عربی زبان پر قدرت امتیازی چیز ہے۔

لاہور کا سب سے بڑا مدرسہ جامعہ اشرفیہ ہے۔ حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب دامت برکاتہم لندن میں دعوت دے کر آئے تھے۔ حضرت نے بنفس نفیس جامعہ کا تفصیلی معائنہ کروایا۔ وہاں کا نظام تعلیم اور کام دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ جامعہ اشرفیہ پنجاب کی سب بڑی اسلامی یونیورسٹی ہے۔ یہاں دینی شعبوں کی اعلیٰ تعلیم (اختصاص) کے ساتھ ساتھ عصری ضرورتوں پر بھی کما حقہ توجہ دی جا رہی ہے۔ کمپیوٹر، انگریزی بحیثیت زبان، عصری موضوعات پر افراد کی تیاری وغیرہ۔ مولانا فضل الرحیم صاحب کی جدید طرز کی خانقاہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ بندہ نے عرض کیا کہ آج ایسی ہی خانقاہوں کی ضرورت ہے۔ بندہ بھی کوشش کرے گا کہ انگلینڈ سے ذکر فکر اور ترتیب کے لیے علماء وطلبہ کو بھیجا جائے۔ دوپہر کا کھانا جامعہ اشرفیہ کے ایک استاذ کے گھر تھا، نہایت پر تکلف۔ خاص بات یہ ہوئی کہ حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم مہتمم جامعہ بنوری ٹاون اور چند دیگر اہم علماء کرام بھی کھانے میں ساتھ تھے۔

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان اور ناظم وفاق المدارس نے اپنے لاہور کے سنٹر غالباً الخیر فاؤنڈیشن میں استقبالیہ دیا۔ یہ سنٹر نہایت خوشنما، جدید ضروریات سے آراستہ، عصری سہولیات اور تقاضوں کے اعتبار سے تیار کیا جا رہا ہے جہاں عصری موضوعات پر علماء کرام کو تیاری کرائی جائے گی۔ عصری چیلنجز سے نبرد آزما ہونے کے لیے ٹریننگ دی جائے گی۔ مولانا جالندھری دامت برکاتہم نہایت فعال، زیرک اور عصری شعور رکھنے والی شخصیت ہیں۔ بعض قدامت پسند بزرگوں کی وجہ سے سنبھل کر اور آہستہ آہستہ کام کر رہے ہیں، لیکن ان کے مستقبل کے منصوبے نہایت وسیع ہمہ گیر ہیں۔ فرمانے لگے کہ ہمارا رخ بھی اسی طرف ہے جس طرف آپ متوجہ کرتے رہے ہیں۔ اللہ کرے، مولانا کی کاوشیں بارآور ہوں۔